

انتخاب

تقلیدِ جامد

(کرتل ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید)

فارسی کا مشہور مصرع ہے: "یک لمحہ غافل بودہ ام صد سالہ راہم دور شد"۔ یہ تو غفلت کے ایک لمحہ سے متعلق کہا گیا مگر یہاں غفلت مسلسل اڑھائی سو برس سے طاری ہے، ہوشیاری کسی سمت سے بھی آتی دکھائی نہیں دیتی۔ تو پھر قوم کی ذہنی حالت کس قدر دگرگوں ہوگی۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اس غفلت کو ماننے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں۔ اگر کسی وقت بات ایسی منہ سے نکل جائے تو اٹا لوگ پیچھے بڑجاتے ہیں۔ کہ یہ تو مغرب زدہ ہے۔ یہ مردود ہے۔ اس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ عیسائیوں سے مرعوب ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مبجلہ دیگر غفلتوں کے ایک غفلت یہ بھی ہے کہ ہم توقع کئے بیٹھے ہیں کہ مستشرقین جب اسلام پر قلم اٹھائیں تو مسلمانوں کے قصیدے لکھتے چلے جائیں۔ جب خود ہمارے اپنے ہاں یہ بات موجود نہیں۔ سنی تشبیہ کو کاٹتا ہے۔ دہائی چکر الوی کو کاٹتا ہے۔ پرویزری قادیانی کو۔ سب ایک دوسرے کے گرد ہونٹھے ہیں۔ تو اگر نصرانی اپنے تحقیقی معاملات میں اسلام کے گرد ہونٹھے ہیں۔ تو ہمیں اس میں کیوں تردد ہوتا ہے۔ تحقیق غلط بھی ہو سکتی ہے اور اکثر غلط ہوتی ہے۔ آج جو بات پابند ثبوت کو پہنچتی ہے کل وہی غلط ثابت ہو جاتی۔ کوئی خدا کا کلام تصور رہا ہے جو غلط نہیں ہو سکتا اسی لئے شاید ہمارے فقہانے تقلید کا دروازہ کھولا تھا کہ تحقیق ہوگی یہ غلطی ہوگی۔ مگر یہاں بنیادی غلطی یہ ہے کہ ذہنی ترقی بغیر تحقیق کے نہیں ہو سکتی۔ تحقیق ہی تو ترقی کا موجب

ہے۔ تقلید اس کے منافی ہے۔ یہ حتمی بات ہے کہ مقلد محقق نہیں ہو سکتا۔ صدقؑ نے جو اسرائیل اور عرب کا موازنہ کیا ہے تو وہ بس ایسی ہی بات ہے ایک طرف محقق بیٹھے ہیں اور دوسری جانب مقلد! ایک طرف ترقی پہ ترقی ہو رہی ہے اور دوسری طرف تنزل در تنزل۔ عرب میں نفت زر تو ہے مگر زراعت نہیں۔ یہ تحقیق ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ اسرائیل نے جنگل میں منگل بنا دیا ہے۔ جب اسرائیل ادھر آئے تھے تو ان کے پاس زراعت کے لئے میٹھا پانی نہیں تھا۔ سمند کاٹ کر انھوں نے پانی کو صاف کرنے کے کارخانے بنائے (REFINERY) یونیورسٹیاں بنائیں۔ کارخانے بنائے۔ لبارٹریاں بنائیں۔ مگر ان کے بالمقابل عرب میں غالباً وہی درس نظامیہ کی قسم کا ابھی تک نصاب چل رہا ہے جس کے متعلق سنا ہے کہ اس کو نہیں بدلا۔ کہ اگر نصاب میں اور کتابیں داخل کرنی گئیں تو ان کے پڑھانے کے لئے اُستاد نہیں ملیں گے۔ آج کل درس نظامیہ کی کتابیں پڑھانے کے لئے اسپیشلسٹ موجود ہیں اور لوگ ان کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ یہ ان ہی مخصوص کتابوں کے ماہر ہیں مگر دوسری اور کوئی کتاب نہیں پڑھا سکتے یا اللہ جب ایک آدمی ہدایہ کا ماہر ہے مگر کتاب خانہ نہیں پڑھا سکتا۔ یا اگر گلستاں پڑھانے کا ماہر ہے تو بوستاں نہیں پڑھا سکتا۔ یہ عجیب طرفہ تماشا ہے۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس انداز فکر سے تحقیق نہیں ہو سکتی۔ تحقیق میں فکر کو دخل ہے۔ اور خصوصی داخل ہے۔ تقلید میں فکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ گھڑی گھڑائی بات سلینے آجاتی ہے فکر اور تحقیق کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تجدید بھی تحقیق ہی سے پیدا ہوتی ہے، بلکہ تحقیق کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس لئے محقق اور مجتہد کے لئے مفکر ہونا لازم ہے۔ مقلد نہ تو اجتہاد کر سکتا ہے اور نہ ہی تحقیق۔ اب اگر اسرائیل میں آپ کو ہر قسم کی ترقی نظر آ رہی ہے تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہاں محقق، مفکر اور مجتہد بیٹھے ہیں۔ ان کے مقابل ملکات اسلامیہ بلاد العرق میں صرف مقلد ہی مقلد جمع ہیں۔ تو ترقی کیسے ہو؟ مسلمانوں نے کسی زمانے میں بڑی ترقی کی۔ علمی بھی اور مذہبی بھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانے میں جو تحقیق کر کے ترقی ہوئی اس میں تقلید کا کتنا ہاتھ تھا یا تقلید کو علیحدہ رکھ کر تحقیق ہوئی۔ آج امریکہ میں جو سیاہ فام مسلمان نمودار ہو گئے ہیں اور جنھوں نے اس براعظم میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ وہ کس کے مقلد ہیں؟ انھوں نے اپنی تنظیم بڑے عزم و خوض اور تحقیق کے

بعد کی ہے۔ یہاں سے چند نقلیں۔ وہاں بھی مجھ کی تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی تحریک آٹا خانہ نیست بلو دہو جاگی
یہ بات نہیں کہ وہ نام کے مسلمان ہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ نماز کے پابند ہیں ان لوگوں کے سببیں بھی بنائی ہیں ہر طرح کی
عجرت خلق بھی کرتے ہیں۔ امریکہ ان کے خلاف رہ رہا گل رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ مسلمانوں
پر ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہ ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے جس میں ایک شخص ان کا لغو
بالش خدا تھا اور دوسرا جو موجود ہے وہ ان کا پیغمبر ہے۔ مگر ہمیں وثوق کے ذرائع سے معلوم
ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، یہ پورے طور پر منظم اسلامی جماعت ہے، جنہوں نے مکمل شعور کے
ساتھ اسلام کے اصولوں کو اپنایا ہے اور ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں مستشرقین کا یہ رویہ ہمیشہ
سے چلا آیا ہے کہ وہ اسلام کو کسی نہ کسی طرح سے بدنام کرتے رہیں، مگر یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے
اس رویہ کو ٹری خوبی سے طشت از با م کرتے چلے جائیں۔ اور جہاں کہیں ان کی تحقیق کوئی خاطر
خواہ نتیجہ برآمد کرے اس پر مزید غور و فکر کریں۔ اور رد نہ کریں۔ اس میں کلام نہیں کہ مستشرقین نے بڑی
اہم معلومات ہم پہنچائی ہیں اب ان تمام کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کی تحقیق کو ہم تک بند ہی بھی
نہیں کہہ سکتے۔ ضرورت جس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ ہم بھی اپنے میں صاحب فہم اصحاب پیدا
کریں جو ان کی پھیلانی ہوئی غلط فہمیوں کا یہ حسن و خوبی ازالہ کر سکیں۔ مگر اس کے لئے مزید
تحقیق کی ضرورت ہے۔ تحقیق کیا ہے؟ کسی شے کی حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کو تحقیق کہا
جاتا ہے۔ اور یہ انفرادی فعل ہے اجتماع نہیں جہاں کسی مسئلہ پر اجراع ہو جائے گا۔ اس کو منصف
فیصلہ کہا جائے گا۔ تحقیق نہیں کہا جائے گا۔ تحقیق کے اندر تشنگی ہوتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا
رہتا ہے۔ ترقی ہوتی رہتی ہے، منصف فیصلہ مزید ترقی کو منقطع کر دیتا ہے۔

اس تمام داستان سمرانی سے مطلب یہ ہے کہ اسرائیل میں اگر ترقی ہو رہی ہے تو اس
کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تحقیق جاری ہے۔ آپ غور فرمائیے۔ وہاں کتنے بڑے بڑے مفکروں
کا آج کل اجتماع ہے۔ فلاسفر سمجھی ہیں۔ سائنسدان بھی ہیں اور مذہبی رہنما بھی ہیں۔ ان سب
کا اجتماع ہو گیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جو عرب اس وقت فلسطین میں ہیں وہ واپس آنا نہیں
چاہتے۔ کیا وجہ ہے؟ ان کے لئے حالات سازگار ہوں گے۔ روزی کمانے کے لئے سہولتیں
ہوں گی۔ تعلیم ارزاں ہوگی۔ بس یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ اب اپنے ہاں کیا ہے؟ رہے نام اللہ